رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... [illegible]
ششماہی .... [illegible]

قیمت پرانا پرچہ (۳/)

ہفتہ وار
مملکت

ایڈیٹر:- میر حسین الدین
مینجنگ ایڈیٹر:- سید عابد حسین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... [illegible]
ششماہی .... [illegible]

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۹) | ۱۷ شہریور ۱۳۵۸ف | ۲۰ رمضان ۱۳۶۸ھ | ۱۷ جولائی ۱۹۴۹ء روز یکشنبہ | نمبر (۱۲)

ایشیا پر روس نہیں چھا سکتا

از- لوئی فشر

اکثر حلقوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ سوویٹ روس کی حکومت یورپ میں کوئی سمجھوتہ کر لینے کی متمنی ہے تاکہ وہ ایشیا میں اپنے اثر و نفوذ کو پھیلانے کا موقع حاصل کر سکے۔ سوویٹ روس کے طرز عمل کی یہ بظاہر ایک اچھی توجیہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ توجیہ درست بھی ہو۔

اگر سوویٹ روس یورپ پر اپنے دباؤ کو کم کر دے تو مغربی دول کو بھی ایشیا پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا موقع ملے گا اس سے اسٹالن کو کیا فائدہ ہوگا؟ اس کے علاوہ اس طرح پالیسی کی تشکیل نہیں دی جاتی اور یقیناً روس کی پالیسی اس طرح تشکیل نہیں پاتی۔

اگر اس خیال کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو سوویٹ روس ایشیا میں اپنا اثر و نفوذ کس طرح پھیلائے گا؟ کیا اسلحہ کی قوت کے ذریعہ؟ لیکن یہ قرین قیاس نہیں۔ حالیہ سالوں میں اس امر کی کوئی علامت نہیں پائی گئی کہ روس نے اپنی سلطنت کے حدود کو پھیلانے یا اپنے اثر کو بڑھانے کے لئے اپنی مسلح قوت استعمال کرنے کی طرف مائل رہا ہو۔ لیکن واقعات تو اس کے برعکس ہیں۔

برلن کے مسئلہ کو - امریکہ اور برطانیہ نے ہوائی ناکہ بندی کے خلاف عمل کیا۔ برلن کے اس رقبہ پر جو روس کے قبضہ میں ہے امریکہ اور برطانیہ سے ہوائی جہاز روانہ کئے پرواز کی اور ناکہ بندی کو توڑ دیا۔ سوویٹ روس کی ہوائی طاقت ان کا مقابلہ کر سکتی تھی مگر روس نے ایسا نہیں کیا۔

یوگوسلاویہ میں مارشل ٹیٹو کی روش اسٹالن کی شخصی شکست تھی۔ اس کی وجہ سے روس کو کاری ضرب لگی اور یورپ میں روسی سلطنت کے قیام کا تصفیہ ناکام ہو گیا۔ یوگوسلاویہ کے متصل علاقوں میں روس کی زبردست فوج موجود تھی لیکن روس نے اس فوج کو استعمال نہیں کیا۔

۱۹۴۵ء میں اسٹالن نے ٹرومن اور اٹیلی سے خواہش کی تھی کہ درہ دانیال کو مشترکہ دفاع کے تحت رکھا جائے اس سے ترکی روس کے زیر اثر آ جاتا۔

۱۹۴۶ء میں روس نے کارس اور اردہان کے صوبے حوالہ کرنے کے لئے ترکی پر دباؤ ڈالا لیکن جب امریکہ نے اپنے سفیر متعینہ ماسکو کے ذریعہ اسٹالن کو متنبہ کر دیا کہ ترکی پر فوج کشی امریکہ کو بھی جنگ میں گھسیٹ لے گی ترکی نے اطمینان کا سانس لیا۔ اگرچہ روس کا دباؤ باقی رہا لیکن جنگ کی دھمکی ختم ہو گئی۔

۱۹۴۶ء میں ایران سے فوجیں ہٹانے سے قبل حکومت روس نے شاہ ایران سے تیل کے مراعات حاصل کئے تھے۔ اس کے علاوہ آذربائیجان میں روس نے ایک کٹھ پتلی حکومت بھی قائم کر دی تھی لیکن جب طہران نے ان مراعات کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا اور آذربائیجان کی کٹھ پتلی حکومت کا طہران کی فوجوں نے قلع قمع کر دیا ماسکو نے محض سکوت اختیار کیا۔ ان مذکورہ چار واقعات میں روس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ایک معمولی سا تصادم بین الاقوامی جنگ کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو جس کے لئے روس تیار نہیں ہے۔

سیاسیات میں کوئی چیز یقینی نہیں لیکن ایک چیز یقینی ہے کہ سوویٹ روس فوجی طاقت کے ذریعہ ایشیا پر چھا جانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ چین میں کمیونسٹ اثر کے پھیلانے میں روس کا بہت کم خرچ ہوا۔ یہ اثر قوم پرست جماعتوں کی غلطیوں سے پھیلا۔ روس کو یہ توقع ہے کہ ایشیا کے دوسرے حصوں میں بھی اس قسم کی جماعتوں سے اس کو مدد ملے گی۔ پس ایشیا میں روس کی سرگرمیاں سیاسی ہوں گی نہ کہ فوجی۔ اس لئے روس کو یورپ سے فوجیں ہٹانے یا مغربی دول سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہونا نہیں پڑے گا۔

اختتام جنگ کے بعد روس کو توقع تھی کہ یورپ معاشی تباہی کا شکار ہوگا اور امریکہ یورپ سے ہٹ جائے گا اور یورپ کی سرمایہ داری کمیونزم کے سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ لیکن واقعات اس کے برعکس ظہور پذیر ہوئے۔ مارشل پلان، ترکی اور یونان کی امداد اور میثاق اوقیانوس کی وجہ سے یورپ کی معاشی حالت سنبھل گئی اور کمیونسٹ سیلاب تھم گیا۔ روس کے مقبوضہ علاقوں سے ہزارہا تعلیم یافتہ افراد، طلباء، عہدہ داران، انجینیر وغیرہ مغربی یورپ بھاگ گئے۔ اس کے علاوہ برلن کی ناکہ بندی کا اٹھایا جانا مغربی دول کی ایک کھلی فتح تھی۔ اس طرح سیاسی میدان میں شکست کھا کر اور فوج استعمال کرنے سے گریز کر کے سوویٹ روس دوسری چالیں چل رہا ہے۔ یورپ میں سرد جنگ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ پر مسلط ہونے کے لئے کمیونسٹوں کے پاس سیاسی اور معاشی حربے باقی نہیں رہے۔

یورپ کے یہ واقعات ایشیا کے لئے فیصلہ کن ہیں۔ ایشیا یورپ کے مقابلہ میں زیادہ غریب اور زیادہ پس ماندہ ہے لیکن اس کا قدیم تمدن موجود ہے۔ ایشیا کا روحانی ورثہ ایسا ہے جیسا کہ شمالی یورپ میں نہیں۔ اگر ایشیا کی قومی حکومتیں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کریں تو انہیں کسی بھی سامراجیت سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

ہفتہ وار
مملکت

۱۷ر شہریور ۱۳۵۸ ف

شذرات

سردار پٹیل کی کیا رائے ہے؟

دو ہفتہ قبل حیدرآباد اکنامک ایسوسی ایشن کے جلسہ میں جو نظام کالج میں منعقد ہوا تھا بجز چند مقررین کے اکثر نے یہ رائے ظاہر کی کہ حیدرآباد کے معاشی نظام کو ہندوستان کے معاشی نظام میں ضم کر دیا جائے۔ چند مقررین نے جو اختلاف کیا اس کی بنا یہ تھی کہ اگر کروڑگیری، سکہ، اور ٹپہ برخاست کر دیا جائے، اور نظام اسٹیٹ ریلوے کو کل ہند ریلوے بورڈ کا جزو بنا دیا جائے، تو حیدرآباد کو کافی مالی خسارہ برداشت کرنا پڑے گا کیونکہ اس کے محاصل میں تقریباً پچاس فی صد کمی ہو جائے گی۔ علاوہ براین خود کرشنماچاری کمیٹی کی سفارشات کے تحت ریاست کی آمدنی میں جو کمی ہوگی وہ بھی قابل لحاظ ہوگی۔ ہم مسئلہ زیر بحث کو محاصل کے نقطہ نظر سے دیکھنا اس لئے غیر ضروری سمجھتے ہیں کہ اب حیدرآباد انڈین یونین کا مقبوضہ علاقہ ہے۔ اس اعتبار سے انڈین یونین کو کامل اختیار ہے کہ وہ حیدرآباد کی آمدنی کا کچھ حصہ اپنے خزانہ میں منتقل کرے۔ ظاہر ہے کہ اگر حیدرآباد ایک علحدہ وحدت کی حیثیت سے قائم رکھا جائے تو اس کے مصارف نظم و نسق کی تکمیل ضرور انڈین یونین کرے گی یا حیدرآباد کی حکومت کو حکم دے گی کہ جدید محاصل عائد کرکے اخراجات کی پابجائی کا انتظام کرے۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مصارف میں اتنی تخفیف کر دی جائے کہ آمدنی و خرچ میں توازن قائم ہو جائے۔ ہم اس سوال کو ایک دوسرے معیار سے جانچنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ کیا اہل حیدرآباد اس معاشی نظام سے متفق ہیں جو انڈین یونین میں رائج ہے؟ سوشلسٹ پارٹی، کمیونسٹ پارٹی، ایم این رائے کی پارٹی اور مزدوروں کی انجمنوں کا ایک گروہ ہندوستان کے موجودہ معاشی نظام کو سرمایہ دارانہ تصور کرتا ہے۔ ان کی بہ نسبت ایسے ارباب فکر موجود ہیں جو ہندوستان کے موجودہ معاشی نظام کو مفلس اور نادار طبقوں کے لئے مہلک سمجھتے ہیں۔ پس قبل اس کے کہ مسٹر ایل۔ین گپتا یا مسٹر لکشمی نرسو کی رائے کے مطابق حیدرآباد کے معاشی نظام کو ہندوستان کے معاشی نظام میں ضم کرنے کے مسئلہ پر غور کیا جائے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اہل حیدرآباد پہلے یہ طے کر لیں کہ آیا وہ ہندوستان کے معاشی نظام، اس کی مالیاتی، تجارتی، صنعتی، اور بنک کاری کی پالیسی سے متفق ہیں یا نہیں۔ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو یہ مسئلہ آسانی کے ساتھ مسٹر ایل۔ین گپتا کی رائے کے مطابق طے ہو جائیگا۔ لیکن اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اس مسئلہ پر گہری نظر ڈالنی پڑے گی۔ یہ تو ایک علمی بحث ہے جو اس نظریہ پر مبنی ہے کہ حیدرآباد کے عوام کو حق خود ارادیت حاصل ہو چکا ہے اور چونکہ یہ حق محدود نہیں ہے اس لئے معاشی میدان میں بھی اس کا استعمال ہو سکتا ہے ورنہ جیسا کہ بعض مقررین نے نظام کالج کے جلسہ میں کہا ہوگا وہی جو سردار پٹیل چاہیں گے۔

کونسے قاسم رضوی؟

نیوز ایجنسیوں کا بیان ہے کہ قاسم رضوی کے مقدمات کی سماعت ایک خصوصی عدالت کرے گی جس کے صدر کوئی مسٹر نیشو ہیں۔ یہ خبر ہمارے لئے کسی قدر تعجب خیز ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ قاسم رضوی کے خلاف نہ کوئی مقدمہ چلایا جائے گا اور نہ انھیں کوئی سزا دی جائے گی کیونکہ انھوں نے غیر شعوری طور پر وہ اسباب مہیا کئے جو حیدرآباد پر انڈین یونین کے فوجی تسلط کا باعث بنے۔ اس اعتبار سے قاسم رضوی مستحق انعام قرار پاتے ہیں نہ کہ مستوجب سزا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انڈین یونین کا نقطۂ نظر کچھ مختلف ہے۔ وہ قاسم رضوی کو بھی اپنا غیر شعوری آلہ کار بننے کی علت میں سزا دلائے بغیر نہیں چھوڑے گی۔ خیر ابھی انڈین یونین کی پالیسی سے متعلق کچھ کہنا نہیں ہے۔ وہ اپنی پالیسی کے تعین کا پورا اختیار رکھتی ہے۔ لیکن یہاں ہم اپنے ایک شبہ کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔ قاسم رضوی کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک شخصی دوسری جماعتی۔ اول الذکر حیثیت میں قاسم رضوی ان لاکھوں مسلمانوں میں ایک تھے جو حیدرآباد میں رہتے بستے تھے ان میں سے لاکھوں قتل کر دیے گئے ہزاروں محبوس ہیں اور بقیہ پریشان۔ اگر ایک قاسم رضوی بھی متذکرۂ تین قسم کے مسلمانوں میں کسی ایک میں شامل ہوں تو کوئی قابل ذکر بات نہیں لیکن قاسم رضوی کی دوسری حیثیت اہم ہے۔ حوادث زمانہ یا سیاسی انتشار نے قاسم رضوی نامی شخص کو مسلمانان دکن کے اس جذبہ کے ترجمان کی حیثیت دیدی تھی کہ حیدرآباد اپنی ثقافتی، معاشی، جغرافی، اور سیاسی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے انڈین یونین کے ساتھ بعض مشترکہ امور میں ایسا قابل عمل معاہدہ کرے جو فریقین کے لئے باعزت اور منصفانہ ہو نیز داخلی اعتبار سے بھی اپنے ہم وطنوں کے ساتھ ایسا سمجھوتہ کر لے جو اس سرزمین کو اخوتی فرقہ کے غیر سماجی عناصر کی سرگرمیوں کا آماجگاہ نہ بنائے۔ نیوز ایجنسیوں کا بیان ہے کہ قاسم رضوی کے خلاف تین الزامات کے تحت مقدمہ چلایا جائے گا۔ بی بی نگر کا فساد، آلند کے حادثات، اور شعیب اللہ خاں کا قتل۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مستغیث کی رائے میں قاسم رضوی کا ان ہر سہ واردات سے گہرا تعلق تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مستغیث کی رائے صحیح ہو اور خصوصی عدالت مقدمہ کی سماعت کے بعد اس رائے سے اتفاق کرکے قاسم رضوی کو سزا دے ہمیں مقدمہ کے اس پہلو سے کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ آئے دن صدہا افراد اس نوعیت کے الزامات کے تحت عدالت کے روبرو پیش ہوتے ہیں اور یا تو سزا پاتے ہیں یا براءت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ ثانی الذکر قاسم رضوی کو سزا دینے کے لئے کہیں اول الذکر قاسم رضوی کو عدالت کے روبرو پیش تو نہیں کیا جا رہا ہے؟ اب یہ بات [illegible] نہیں رہی کہ گزشتہ تیرہ ماہ کے دوران میں حکومت حیدرآباد نے ایک سے زائد شخص کو اس کام پر مامور کیا کہ قاسم رضوی کے خلاف الزامات مرتب کرے اور بنیادی مواد حاصل کرے لیکن بعض محققوں نے یہ کہہ کر معذرت خواہی کرلی کہ تائیدی شہادت کا فراہم کرنا دشوار ہے چنانچہ [illegible]

سٹر اے ایل شاہ آئی سی ایس کو اپنے جانشینوں کے لئے جگہ خالی کرنی پڑی۔
توقع تھی کہ قاسم رضوی کا چالان اس عنوان سے کیا جاتا کہ انھوں نے انڈین یونین کے خلاف جنگ کرنی چاہی یا حیدرآباد کے ہندو باشندوں کو قتل و غارت گری کا شکار بنانے کے منصوبے تیار کئے لیکن اس توقع کے برخلاف قاسم رضوی کو سیاسی جرم کے بجائے تعزیری جرائم کے ضمن میں چالان کیا جا رہا ہے۔ اگر قاسم رضوی کا ان وارداتوں سے فی الحقیقت کوئی تعلق ہے تو یقیناً انہیں سزا ملنی چاہئے جیسا کہ ہر خاطی کو جو قانون کی خلاف ورزی کرے سزا ملتی ہے۔ اگر سوئے اتفاق سے وہ خاطی مسلمان ہو تو اس کو دگنی سزا ملنی چاہئے کیونکہ اس کا مذہب قتل و غارت جیسے جرائم کو سختی کے ساتھ روکتا ہے۔ لیکن خدا جانے کیوں ہمارے دل میں یہ بدگمانی پیدا ہو رہی ہے کہ قاسم رضوی کی شخصی حیثیت کو مورد الزام قرار دے کر ان کی جماعتی حیثیت کو متاثر کرنا مقصود ہے۔

ثانی الذکر حیثیت کی نسبت ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ ہمیں قاسم رضوی کے طور طریق سے اختلاف تھا۔ ہم انھیں اس عظیم رتبہ کے اہل نہیں سمجھتے تھے جس پر وہ سوئے اتفاق سے فائز ہو گئے تھے۔ پر اب ہم جہاں تک اس جذبہ کا تعلق ہے کہ حیدرآباد اخلاقاً، قانوناً اور دستوری اعتبار سے اس کا مستحق ہے کہ اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے انڈین یونین کے ساتھ دوستانہ، باعزت اور قابل عمل معاہدہ کرے حیدرآباد کا تقریباً ہر مسلمان اور کئی لاکھ غیر مسلم قاسم رضوی کو بعض جزوی اختلافات کے باوجود اپنا ترجمان سمجھتے تھے۔ یہ جماعت جو مسلمانوں کے علاوہ بہت سارے غیر مسلموں پر مشتمل تھی اپنے مقصد کی ناکامی اور اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے موجودہ حکومت کو نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ اس کی اطاعت پر بھی آمادہ ہے لیکن یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء سے قبل اس کا جو سیاسی موقف تھا وہ ہندو دشمنی یا انڈین یونین کی مخالفت پر مبنی تھا۔ اور نہ یہ جماعت اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہے کہ اس کا سابقہ موقف غیر اخلاقی، غیر دستوری یا فرقہ وارانہ تھا۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء سے قبل ہم نے اُس وقت جبکہ قاسم رضوی کے خلاف لب کشائی کوئی آسان کام نہ تھا قاسم رضوی اور ان کے طور طریق کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ ہم نے صاف کہہ دیا تھا کہ کیا بلحاظ کردار، کیا بلحاظ معاملہ فہمی اور کیا بلحاظ تدبر قاسم رضوی اس پوزیشن کے اہل نہیں ہیں جو غلط طریقوں سے انھوں نے حاصل کر لیا ہے۔ ہمیں کچھ کچھ اس بات کا بھی پتہ لگ گیا تھا کہ ان کے شوق قیادت سے فائدہ اٹھا کر بعض ہم عناصر اپنے اغراض کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں اور شاید غیر شعوری طور پر قاسم رضوی ان عناصر کے آلۂ کار بن گئے جس کے نتیجے کے طور پر ان حیدرآبادیوں کو ایک عظیم خطرہ لاحق ہو گیا تھا جو حیدرآباد کو حیدرآباد کی حیثیت سے پر امن اقتصادی اور دستوری ترقی کرتا دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن سازش گہری تھی اور قاسم رضوی سطحی اور جذباتی انسان تھے اس لئے ان کی ساری جماعت پٹ گئی۔ ان ساری چیزوں کے باوجود اگر قاسم رضوی پر کوئی یہ الزام لگائے کہ انھوں نے رضاکاروں کی جماعت ہی کیوں تشکیل دی تو ہم عرض کریں گے کہ ایسی جماعت تشکیل دینے کا انھیں پورا حق تھا کیونکہ یہ جماعت مدافعتی تھی اور پر امن اغراض کے لئے قائم کی گئی تھی۔ اگر اس جماعت کے بعض افراد نے قانون یا اخلاق کے حدود سے تجاوز کیا ہے تو انھیں عبرت ناک سزا دی جانی چاہئے تھی لیکن ان چند خاطیوں کی بے راہ روی سے جماعت کے اصلی مقصد کو جو پر امن اور مدافعانہ تھا گزند نہیں پہنچ سکتا۔ اگر قاسم رضوی پر کوئی یہ الزام رکھے کہ انھوں نے انڈین یونین میں شرکت کی تجویز کی مخالفت کیوں کی تو پھر بھی ہم یہ عرض کریں گے کہ قاسم رضوی کو ایسی مخالفت کرنے کا اخلاقاً اور قانوناً پورا حق تھا

پس قاسم رضوی کی جماعتی حیثیت جہاں تک کہ ان کے موقف کے بنیادی اصول کا تعلق ہے قابل اعتراض نہیں ہے۔ ان سے شخصی طور پر بیشک لغزشیں ہوئیں مثلاً ان کا وہ بیان جس میں لال قلعہ اور خلیج بنگال کا ذکر تھا نہایت مہمل تھا۔ اسی طرح ان کی وزارت گری یا اپنی جماعت کے بیہودہ اور بے کردار افراد کو وزارت کے لئے نامزد کرنا یہ ساری حرکتیں ناعاقبت اندیشانہ ضرور تھیں لیکن ان باتوں سے ان کا وہ سیاسی موقف متاثر نہیں ہو سکتا جس کے بنیادی اصولوں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ حکومت حیدرآباد یہ واضح کر دے کہ ترمگری میں جو مقدمہ چلے گا وہ کس قاسم رضوی کے خلاف ہے۔

تنگبھدرا پراجکٹ کدھر؟

تنگبھدرا پراجکٹ کی تعمیر کے سلسلہ میں جو خبریں آ رہی ہیں وہ نہ صرف افسوس ناک ہیں بلکہ موجودہ سررشتہ تعمیرات کی انتظامی اور فنی اہلیت پر ایک بدنما داغ ہیں۔ کبھی اطلاع ملتی ہے کہ دریا میں طوفان آنے کی وجہ سے بہت سا قیمتی سامان بہہ گیا۔ کبھی یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ کام بالکل بند ہے اور مزدور پریشان ہیں۔ تنگبھدرا پراجکٹ کی ساری کارروائی سے اہل ملک واقف ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت ہائے حیدرآباد، مدراس اور میسور میں برسوں کشمکش رہی بالآخر حیدرآباد نے تقسیم آب کا حق منوا لیا۔ تعمیر بند سے متعلق حیدرآباد اور مدراس کے ماہرین کی رائے میں اختلاف ہوا اور بالآخر حکومت ہند کے ماہرین نے مدراس کی رائے کو مسترد کر کے حیدرآباد کی رائے کو صائب قرار دیا۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء تک تنگبھدرا کے بند اور نہر کا کام جس صلاحیت اور سرعت سے چلایا جا رہا تھا اس کی گواہی خود مدراس کے انجینئر دے سکتے ہیں جنھوں نے حیدرآباد کی اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے اپنی فنی رائے کو حیدرآباد کے ماہرین کے تابع کر دیا تھا۔

۱۷ ستمبر کے انقلاب کے بعد جب ملک کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے حکومت ہند کی طرف سے عہدہ دار روانہ کئے گئے تو بدقسمتی سے ان میں سوائے چند کے ایک کثیر تعداد نا اہل اور جونیر عہدہ داروں کی تھی اور سررشتہ تعمیرات کے حصہ میں انہی میں سے چند لوگ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ تنگبھدرا کا کام جس پر حیدرآباد فخر کرتا تھا آج ہزاروں خرابیوں کا شکار ہو گیا۔

مسٹر کرشنا مورتی جو اس وقت انجینئر ان چیف ہیں شاید اس غرض سے بلائے گئے تھے کہ رضاکاروں نے جو پل منہدم کئے ان کی تعمیر کی نگرانی کریں کیونکہ یہ کام بہت معمولی تھا اس لئے کسی ماہر پر حکومت ہند کی نظر نہیں پڑی۔ حکومت ہند کی جلد بازی یا موصوف کی خوش نصیبی ہے کہ حیدرآباد کے محکمۂ تعمیرات کی اہمیت کا اندازہ کئے بغیر ان کو انجینئر ان چیف بنا دیا۔ اور ان کے تحت اگر کے

(باقی صفحہ ۷ کالم ۳)

کچے دھاگے

رفیعہ سلطانہ کے افسانوں کا مجموعہ

ملنے کا پتہ:۔ احمد حسین جعفر علی تاجر کتب چار مینار
مکتبۂ ابراہیمیہ۔ عابد روڈ۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:-

سات آٹھ ماہ کے سکون کے بعد پھر اضلاع سے اقلیتی فرقہ کے تعلق سے تشویش ناک خبریں وصول ہو رہی ہیں۔ اور ہر نیز تقریباً تمام قائدین فوجی حکومت کے قیام پر معترض اور اس کے یہاں سے چلے جانے پر زور دے رہے ہیں۔ فوجی حکومت کے وہ تمام کارنامے جن پر اب تک خراج تحسین پیش کیا جاتا تھا اب وہ نکتہ چینی بن رہے ہیں۔ (آواز)

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:-

نواب غازی یار جنگ بہادر حج پورا کر کے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے حیدرآباد واپس ہو رہے ہیں۔

اس خبر کو پڑھ کر معلوم نہیں ہمیں اقبال کا یہ مصرعہ کیوں یاد آگیا۔

گفتار کا غازی بن تو گیا
کردار کا غازی بن نہ سکا

مسٹر گیڈگل وزیر تعمیرات حکومت ہند حیدرآباد کی سڑکوں اور ان کی صفائی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

(ایک خبر)

مگر یہ سڑکیں اُس دور میں بنائی گئی تھیں جس کو ہندوستان کے لیڈر "قرون وسطیٰ" کا دور کہا کرتے تھے۔

ڈکن نیوز کی اطلاع ہے کہ:-

بیدر میں رضا کاروں اور پولیس میں تصادم ہوگیا۔

ہم سوچ رہے تھے کہ "ڈکن نیوز" ملک کے حالات سے کس قدر باخبر رہتا ہے لیکن اس خبر کی تفصیلات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ رضا کاروں اور پولیس کے تصادم کی خبر کانگریس کمیٹی بیدر نے روانہ کی ہے اور "ڈکن نیوز" کانگریس کمیٹی کا مصحف اکبر، مکبر الصوت ہے۔

حیدرآباد کے مستقبل کا فیصلہ بالکلیہ عوام کے ہاتھوں میں ہے۔

(مسٹر گیڈگل)

اور عوام بالکلیہ لیڈروں کے ہاتھوں میں ہیں ——— بیچارے عوام!!

لکھنؤ کی خبر ہے کہ:-

گذشتہ تین ماہ کے اندر تقریباً تین سو لڑکیوں اور عورتوں نے مکمل آزادی حاصل کر لی ہے مجسٹریٹ کے اجلاس پر ان کی جانب سے درخواستیں پیش ہوئی ہیں جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہم آزاد ہیں ہمارے لیے شوہر مہیا کئے جائیں

تو کیا انھیں شوہر حاصل کرنے کی آزادی اب تک نہیں ملی؟۔ انھوں نے درخواستیں پیش کر کے اقبال کے اس خیال کی تائید کی ہے۔

آزادیٔ نسواں کا نگہباں ہے فقط مرد

ڈاکٹر میلکوٹے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ:-

اسٹیٹ کانگریس نے جو جدوجہد جاری کی اور بنتیجۂ ہندوستانی فوجوں کے داخلہ کے بعد جو شاندار کامیابی عوام کو حاصل ہوئی اس سے سب بخوبی واقف ہیں۔

تو گویا یہ شاندار کامیابی ہندوستانی فوجوں کو حاصل نہیں ہوئی۔

اخباری اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ:-

حیدرآباد میں ایک مجلس امداد مصیبت زدگان قائم ہوئی ہے جس کے ارکان میں ایڈیٹر ڈکن نیوز بھی شامل ہے۔

سابقہ دور میں ڈکن نیوز بھی مسلمانوں پر مصیبت لانے والے عناصر کی ترجمانی کرتی رہی اور آج وہ مصیبت زدوں کی امداد میں بھی پیش پیش ہے۔ ہر دور میں سرخ رو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے ماڈرن نیوز کے نمائندے سے دوران ملاقات میں فرمایا کہ:-

عارضی حکومت کے قیام سے امن امان قائم ہو جائے گا۔

عارضی حکومت کا مطالبہ آج کل ایک عارضہ بن گیا ہے۔ ہماری رائے میں عارضی حکومت میں مولوی صاحب کو مستقل جگہ ملنی چاہیے۔

بجواڑہ کی ایک خبر ہے کہ:-

ہندوستان کی مرکزی کمیونسٹ پارٹی نے آندھرا کمیونسٹ پارٹی کو معطل کر دیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ طریقۂ کار سے متعلق پارٹی کے ذی اثر ارکان میں اختلاف ہوگیا ہے۔ اکثر ارکان دستوری طریقے اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

مقامی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:-

زینت ساجدہ، رضیہ بیگم، کاسرڈ عالم، اور اختر حسن انجمن ترقی پسند مصنفین سے مستعفی ہوگئے۔

اخباری سرخی:-

حیدرآباد میں کپڑے کی صورت حال بہت اچھی ہے۔

اور کپڑا خریدنے والوں کی صورت حال کے متعلق بس یہی کہا جا سکتا ہے صورت یہ بیں حالت مپرس۔

"ڈکن نیوز" کی اطلاع ہے کہ مسٹر شیخ عبداللہ جو بمبئی گئے تھے حیدرآباد واپس آگئے۔"

ڈکن نیوز کی اس بلا معاوضہ تشہیر کا مسٹر ہیڈا کو مشکور ہونا چاہیے۔

زکوٰۃ کا نظام شرعی

(مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک مضمون)

دنیا میں کوئی دین نہیں جس نے محتاجوں کی اعانت اور ابنائے جنس کی خدمت کی تلقین نہ کی ہو اور اسے عبادت یا عبادت کا لازمی جزو نہ قرار دیا ہو۔ لیکن یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے کہ وہ صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہوا۔ بلکہ ہر مستطیع مسلمان پر ایک خاص ٹیکس مقرر کر دیا جو اسے اپنی تمام آمدنی کا حساب کر کے سال بہ سال ادا کرنا چاہئے۔ اور پھر اسے اس درجہ اہمیت دی کہ اعمال میں نماز کے بعد اس کا درجہ ہوا۔ اور قرآن نے ہر جگہ دونوں عملوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے یہ بات واضح کر دی کہ کسی جماعت کی اسلامی زندگی کی سب سے پہلے شناخت یہی دو عمل ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے منکرین زکوٰۃ سے قتال کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ

بلاشبہ حضرت مسیح (علیہ السلام) کے مواعظ اس بارے میں بہت دور تک چلے گئے ہیں۔ انہوں نے صرف یہ نہیں کہا کہ ایثار کرو۔ بلکہ کہا کہ سب کچھ دے دو لیکن چونکہ اسلام کی طرح کوئی معین نظم قائم نہیں کیا اس لئے یہ تعلیم محض زہد و ترک دنیا کا ایک اعلیٰ مقام بن کر رہ گئی اور مسیحیت کے صدر اول کے سوا جبکہ کلب کی بنیاد بھی اخوت و اشتراک پر قائم کی گئی تھی کوئی زمانہ ظہور میں نہ آسکا۔ کہ عیسائیوں میں اس تعلیم کے نتائج نشو و نما پاتا ہو۔ پھر اس باب میں اس کی ایک دوسری خصوصیت بھی ہے یعنی وسعت جو نہ صرف زکوٰۃ کے لئے بلکہ تمام صدقات اور خیرات کے لئے قرار دی گئی۔ اور جس کی وجہ سے اس مسئلہ نے بالکل ایک دوسری ہی نوعیت اختیار کر لی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مال و دولت صرف دولت مندوں کے گروہ ہی میں محصور ہو کر رہ جائے۔ یعنی زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ دولت سب میں پھیلے سب میں بٹے کسی ایک گروہ ہی کی ٹھیکہ داری نہ ہو جائے اور اسی سورت کی آیت (۳۴) میں گزر چکا ہے جو لوگ چاندی سونا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے اگر کوئی بشارت ہو سکتی ہے تو یہی کہ عذاب دردناک کی بشارت دے دو۔ اور حدیث زکوٰۃ کا مقصد یہ فرمایا کہ :۔

(دولت) ان کے دولت مندوں سے وصول کی جائے اور پھر ان کے محتاج افراد میں لوٹا دی جائے۔

ان تصدیقات سے معلوم ہوا کہ قرآن کی روح دولت کے احتکار و اختصاص کے خلاف ہے۔ یعنی وہ نہیں چاہتا کہ دولت کسی ایک گروہ کی ٹھیکہ داری میں آ جائے یا سوسائٹی میں کوئی ایسا طبقہ پیدا ہو جائے جو دولت کو خزانہ بنا کر جمع کرے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دولت ہمیشہ سیر و گردش میں رہے۔ اور زیادہ سے زیادہ تمام افراد قوم میں پھیلے۔ اور منتشر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے وراثت کے لئے تقسیم و انقسام کا قانون نافذ کر دیا۔ اور اقوام عالم کے عام قوانین کی طرح یہ نہیں کہا کہ خاندان کے ایک ہی فرد کے قبضہ میں رہے۔ جونہی ایک شخص کی آنکھیں بند ہوئیں اس کی دولت جو اس وقت تک تنہا ایک جگہ جمع تھی اب وارثوں میں بٹ کر کئی جگہ پھیل جائے گی اور پھر ان میں سے ہر وارث کے وارث ہوں گے اور وہ اسے بانٹتے اور پھیلاتے رہیں گے۔ اور یہی بھی وجہ ہے کہ اس نے سود کا لین دین حرام کر دیا۔ اور اور قاعدہ یہ ٹھہرایا کہ اللہ سود کا جذبہ گھٹانا چاہتا ہے خیرات کا جذبہ بڑھانا چاہتا ہے۔ یعنی یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ جس قوم میں سود کا جذبہ ابھرے گا۔ اس کے غالب افراد شقاوت و محرومی میں مبتلا رہیں گے۔ جس قوم میں خیرات کا جذبہ ابھرے گا اس کا کوئی فرد محتاج و مفلس نہیں رہے گا۔

اور اسی لئے اس نے سود کے معاملہ کو اتنی اہمیت دی کہ فرمایا جو لوگ اس پر مصر رہیں گے وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کریں گے۔ کیونکہ اس معاملہ پر جماعت کی بنیادی فلاح موقوف تھی۔ اور ضروری تھا کہ اسے ایمان اور انقیاد کا معیار قرار دیا جاتا۔

اور یہی وجہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں انفاق کا حکم دینے کے بعد متصلاً فرمایا کہ اتنی کمائی کا حصہ دوسرے افراد جماعت کو دے دینا کھونا نہیں ہے پانا ہے۔ بہت دقیق بات ہے اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو صاحب حکمت ہیں۔ اور جس کسی نے حکمت کی دولت پائی تو اس نے بڑی سے بڑی بھلائی پائی ہے۔

قرآن و سنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام کی عملی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا اذعان ہو گیا ہے کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشے میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار و اکتناز کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ احتکار یہ کہ دولت کا کسی طبقہ ہی میں محصور ہو جانا۔ اکتناز یہ کہ دولت کے بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانا۔ اس نے سوسائٹی کی نوعیت کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خلفاء ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑپتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔ بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے۔ کیوں کہ سعی و کسب کے بغیر کوئی معاشرہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا۔ اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہو گا اور اس لئے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی زیادہ جماعت بحیثیت جماعت کے خوش حال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لئے نہیں کمائیں گے۔ بلکہ تمام افراد قوم کے لئے کمائیں گے یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لئے محتاجی اور مفلسی کا پیام ہو جائے جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے۔ یہ بات کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کس طرح کی مدنیت اور اجتماعیت پیدا ہو سکتی ہے؟ جس طرح اہم ہے اتنی ہی زیادہ دقیق بھی ہے آئندہ میں ضمن تفسیر بقرہ اس کی مفصل بحث و تمحیص ملے گی۔

اگر مسلمان آج اور کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکام قرآن کے مطابق درست کر لیں تو بغیر کسی تامل کے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تمام مشکلات و مصائب کا حل خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ یا تو مسلمانوں نے احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کر دی ہے یا پھر عمل بھی کر رہے ہیں تو اس طرح کے فی الحقیقت عمل نہیں کر رہے ہیں۔

قرآن نے زکوٰۃ کا معاملہ ایک خاص نظام سے وابستہ کر دیا ہے اور اسی نظام کے قیام پر اس کے تمام مقاصد و مصالح کا حصول موقوف ہے۔ زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے۔ بالکل اسی طرح کا ٹیکس جس طرح آج کل انکم ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ پس اس کی ادائیگی کا طریقہ یہ تھا کہ ہر شخص خود ہی اپنا ٹیکس نکالے اور خود ہی خرچ بھی کر ڈالے بلکہ یہ تھا کہ حکومت اپنے کلکٹروں کے ذریعہ ہر شخص سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرے۔

لیکن افسوس ہے کہ بعد کو بتدریج اس نظام کی اہمیت سے مسلمان غافل ہوتے گئے۔ اور رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ لوگوں نے سمجھ لیا زکوٰۃ نکالنے کا معاملہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خود حساب کر کے ایک رقم نکال لیں۔ اور پھر جس طرح چاہیں خرچ کر ڈالیں۔ حالانکہ جس زکوٰۃ کی ادائیگی کا قرآن نے حکم دیا ہے اس کا قطعاً

(باقی [illegible])

یہ طریقہ نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کی جو جماعت اپنی زکوٰۃ کسی امین زکوٰۃ یا بیت المال کو حوالے کرنے کی جگہ خود ہی خرچ کر ڈالتی ہے وہ دیدہ و دانستہ حکم شریعت سے انحراف کرتی ہے۔ اور یقیناً اس کے لئے عنداللہ جوابدہ ہوگی۔

اگر کہا جائے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود نہیں اس لئے مسلمان مجبور ہو گئے۔ اور انفرادی طور پر خرچ کرنے لگے تو شرعاً و عقلاً یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا۔ اگر اسلامی حکومت کے فقدان سے جمعہ ترک نہیں کر دیا گیا جس کا قیام امام و سلطان کی موجودگی پر موقوف تھا تو زکوٰۃ کا نظام کیوں ترک کر دیا گیا؟ کس نے مسلمانوں کے ہاتھ اس بات سے باندھ دیے تھے کہ اپنے اسلامی معاملات کے لئے ایک امیر منتخب کر لیں۔ یا ایک مرکزی بیت المال پر متفق ہو جائیں یا کم از کم ویسی ہی انجمنیں بنا لیں جیسی انجمنیں بے شمار غیر ضروری باتوں کے لئے بلکہ بعض حالتوں میں بدعات و محدثات کے لئے انھوں نے جا بجا بنالی ہیں۔

اسلام نے اجتماعی زندگی کا ایک پورا نقشہ بنایا تھا۔ جہاں اس کے چند خانے بگڑے۔ سمجھو کہ اس کا پورا نقشہ بگڑ گیا۔ چنانچہ اس ایک نظام کے فقدان نے مسلمانوں کی پوری اجتماعی زندگی مختل کر دی ہے لوگ اصلاح کے لئے طرح طرح کے ہنگامے برپا کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں انجمنوں اور قومی چندوں کے ذریعہ وقت کی مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ڈھونڈ نکالیں گے۔ حالانکہ مسلمانوں کے لئے اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا طریقہ ڈھونڈ نکالیں سوال یہ ہے کہ اپنے گم گشتہ طریقہ کے کھوج لگائیں ؏

درازیِ شب و بیداری من این ہمہ نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست

اگر محض دولت مند افراد کے عطیوں اور قومی انجمنوں کے نظام سے قوم کا اقتصادی مسئلہ حل ہو سکتا تو آج یورپ و امریکہ سے بڑھ کر کون ہے جو ان دونوں باتوں کا انتظام کر سکتا ہے۔ لیکن معلوم ہے کہ ان کا کوئی قومی فنڈ اور کوئی قومی نظام بھی نیچے طبقوں کی بیکاری اور مفلس طبقوں کا افلاس روک نہ سکا۔ اور اب اجتماعی مسئلہ کا ہلاکت آفریں خطرہ ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اصل یہ ہے کہ افراد کی وقتی فیاضیاں کتنی ہی زیادہ ہوں۔ قوم کی اجتماعی زندگی کے قیام کے لئے کبھی کفیل نہیں ہو سکتیں۔ اس صورت حال کا علاج صرف وہی ہے جو اسلام نے تیرہ سو برس پہلے تجویز کیا تھا یعنی قانون سازی کے ذریعہ قوم کی پوری کمائی کا ایک حصہ کمزور افراد کی خبر گیری کے لئے مخصوص کر دینا کہ:-

بہر حال یہ بات یاد رہے کہ زکوٰۃ کی حیثیت عام خیرات کی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے پورے معنوں میں ایک انکم ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت نے ہر کمانے والے پر لگایا تھا بشرطیکہ اس کی کمائی اس کی ذاتی ضروریات زندگی سے زیادہ ہو۔ موجودہ زمانہ کے انکم ٹیکسوں میں اور اس میں صرف دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ اپنی نوعیت میں یہ زیادہ وسیع ہے یعنی صرف کاروبار کی گھٹتی بڑھتی آمدنی ہی پر عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ اندوختہ پر بھی واجب ہو جاتا ہے اگرچہ اس سال کوئی نئی آمدنی نہیں ہوئی ہو نیز اس طرح کی تمام ملکیتیں بھی اس میں داخل ہیں جو بڑھنے کی استعداد رکھتی ہوں مثلاً مویشی دوسری یہ کہ مقصد کے لحاظ سے یہ ایک خاص مصرف رکھتا ہے جس کی مختلف صورتیں متعین کر دی گئی ہیں۔ اسٹیٹ کو حق نہیں کہ ان مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱ : تنگبھدرا پراجکٹ کدھر؟

وہ تمام انجینیر کر دیئے گئے جن کی علمی، فنی اور انتظامی قابلیت ان سے ہزار گنا بہتر تھی۔ ان کو مدراس میں کبھی حیدرآباد کے سررشتہ تعمیرات جیسے عظیم سررشتہ کی سرکردگی دی گئی تھی اور نہ حیدرآباد کے بڑے بڑے پراجکٹ کے مماثل کسی پراجکٹ کو چلانے کا موقع ملا تھا۔ غرض جب اقتدار ان کے ہاتھ میں آیا تو انھوں نے اپنے عمل سے سررشتہ تعمیرات کے وقار اور کارکردگی کو بہت دھکا پہنچایا۔ اگر موجودہ ممبر کے بجائے کوئی دوسرا غیر واقف کار شخص ہوتا تو سررشتہ تعمیرات کا دروازہ کبھی کے بند ہو گیا ہوتا۔ تنگبھدرا پراجکٹ کا نقشہ جن ماہرین کی کاوش کا نتیجہ ہے ان پر سارا ہندوستان فخر کرتا ہے۔ اس پراجکٹ کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ علاقہ کرناٹک کی ساری بنجر زمین کو زرخیز کرنا اور وہاں کے تجارتی اور صنعتی ذرائع کو بہتر سے بہتر بنانا ہے لیکن مسٹر کرشنا مورتی کے پیش نظر یہ امر کہاں۔ وہ اس بات پر تلے نظر آتے ہیں کہ ہر جگہ تبدیلی ہو نئے عہدہ دار لائے جائیں خواہ اس سے سررشتہ کے کارکردگی متاثر ہو یا ملک کو نقصان پہنچے۔ اخباری اطلاع سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ مدراس جو تنگبھدرا کے ایک جزو کی حد تک ذمہ دار تھا اب سارے کام کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتا ہے اگر یہ پالیسی طے ہو جائے تو پھر کیوں دوسرے پراجکٹ جن میں مدراس کسی نہ کسی طرح شریک ہے مدراس کے حوالے نہ ہو جائیں۔ ان جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی تقسیم ہو جائے اور حیدرآباد اپنے متعلقہ علاقوں میں ضم کر دیا جائے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

ہندوستان کے وزیر اعظم جو ملک کو قحط سے نجات دلانے کے لئے غلہ زیادہ اگاؤ کی مہم میں منہمک ہیں وہ اس مہم کو حیدرآباد کی حد تک موثر بنانے کے لئے فوراً تنگبھدرا پراجکٹ کے انتظامی امور میں مداخلت فرمائیں اور اس کام کو دوبارہ انہی کے تفویض کر دیں جنھوں نے ابتدائی پیمائش سے لے کر تعمیر بند و نہر تک بیس سال تک اپنے دل و دماغ کی بہترین صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔

نلگنڈہ اور ورنگل میں اراضیات کے جھگڑے

حیدرآباد ۸ ستمبر (ب) مسٹر شیشادری رکن مال حکومت حیدرآباد نے آج ایک ملاقات میں بیان کیا کہ نلگنڈہ اور ورنگل میں خاصکر اراضیات کے جھگڑوں سے مستعدی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک خصوصی ادارہ عنقریب تشکیل دیا جائے گا۔

مسٹر شیشادری نے جو ضلع نلگنڈہ کے سہ روزہ دورے سے واپس ہوئے ہیں اور جہاں انھوں نے اُن اراضیات کا معائنہ کیا جو کہا جاتا ہے کہ کمیونسٹوں کی طرف سے بے دخل کر کے تقسیم کر دیے گئے۔ بیان کیا کہ کمیونسٹوں نے نلگنڈہ حضور نگر اور سوریا پیٹ میں تقریباً ۷۵ فیصد اور بھونگیر میں تقریباً پچاس فیصد اراضیات تقسیم کر دیے تھے جو نظم و امن کی برقراری کے لئے حکام کی اختیار کردہ سخت کارروائیوں کے بعد جائز مالکوں کے حوالے کر دی گئیں۔

ان رقبوں میں زراعت کا کام حسب معمول جاری ہے بارش سے سارے تالاب بھر چکے ہیں اور موجودہ اندازہ کے لحاظ سے موسمی حالات بہت ہی خوش آیند ہیں۔

مسٹر شیشادری نے بیان کیا کہ ان کے پاس بعض شکایات پیش ہوئیں کہ بعض لگان داروں کو ان کے زمینوں سے بے دخل کر دیا تھا لیکن یہ مسئلہ اتنا اہم نہ تھا۔ تاہم انھوں نے بیان کیا کہ ان اراضیاتی جھگڑوں کو چکانے کیلئے ایک خصوصی ادارہ قائم کرنے کی وہ توقع کر رہے ہیں۔

اس دورے میں کئی وفود نے رکن مال سے ملاقات کی اور اپنی دشواریوں سے انہیں آگاہ کیا مسٹر شیشادری نے سیکول پیشہ داروں کسانوں اور دیگر اشخاص سے ملاقات کی ان کے پاس نمایندگی کی جانے پر رکن موصوف نے مستحق کاشتکاروں کو تقاوی کے تقریباً ایک ہزار تھیلے سربراہ کرنے کا حکم دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس ضلع کے ان رقبوں میں جہاں رکن موصوف دورہ کیا حکومت کی اس [illegible]

مُسلمان عورتیں کیا کریں

از
جلال الدین

ہماری سماجی اور معاشی زندگی کا سب سے تاریک پہلو ہماری عورتوں کی بیکاری نے ہمارے معاشی موقف کو تنزل کر دیا ہے ایک کمانے والے پر جب دس دس ارکان منحصر ہوں تو غربت میں اضافہ ہوگا اور اس کا ورثہ میں ملنا لازمی بات ہے۔ معاشی بحالی میں اسکا انتظام کرنا ضروری ہے کہ ہماری عورتیں معاشی حیثیت سے خود کفیل نہیں تو کم سے کم روزگار پیدا کرنے میں بھی مردوں کی شریک ہوں۔ ہم جس طرز زندگی کی لکیر کو پیٹ رہے ہیں اس میں فی الحال اس کی گنجائش نہیں ہے کہ ہماری عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش معاشی میدان میں اتر آئیں اس کوشش کے ساتھ کہ ہم اور خاص طور پر عورتیں جس دو چکے میں گھرے ہوئے ہیں وہ ٹوٹ جائے اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ عورتوں کے لیے ان کی موجودہ چار دیواری میں کمائی کے ذرائع پیدا ہوں۔ گھریلو صنعتیں اس مقصد کو پورا کر سکتی ہیں۔ کشیدہ کاری۔ سوزن کاری۔ پاجامے۔ بنیان۔ سوئٹرز۔ ازاربند۔ نواڑ۔ ٹوکریاں۔ سنہایاں۔ کھلونے اور کاغذ کے پھول وغیرہ کی تیاریاں کا انتظام ہو سکے تو کرکے تو اس خصوص میں کافی مدد ہو سکے گی۔

گھریلو صنعتوں کو رواج دینے سے ہی یہ مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہو سکتا ہے ہمیں اس کی متحرک کوشش شروع کرنی چاہیے۔ کہ ہم اپنے بچے بچیوں کو بدل دیں۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ جس طرح ہم نے اپنی معاشرت میں تبدیلی کی ہے اس وقت ایک بہت بڑی ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے اس کی ابتدا عورتوں سے ہونی چاہیے عورت قوم کی جنگ سے بڑی مصلح اور معلم ہے جب تک اس میں وسعت نظری اور زمانہ کی رجحانات کو پورا کرنے کی صلاحیت۔ نہ ہوگی ہماری قوم کی تربیت مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک روشن خیال اور صحت مند قوم کی پیدائش کے لئے ہم کو تعلیم نسواں اور ان کی اصلاح کو خاص اہمیت دینی چاہیے۔ اضلاع اور دیہات میں بچیوں کو قرآن اور اردو کی دو چار کتابیں اور اس کے ساتھ دستکاری کی تھوڑی بہت تعلیم دینی چاہیے اور شہروں میں جہاں بھی مدارس نسواں ہیں وہاں لڑکیاں لڑکوں کی طرح جامعاتی تعلیم بھی ضرور حاصل کرتی ہیں مگر روزگار کا پیدا کرنے اور ایک صحت بخش

کی تحقیق کے لئے اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے مغربی ڈھنگ اور طرز کو جس حد تک ہم اپنا سکتے ہیں اس کو اپنانا چاہیے ہم بیشک اس کی اچھائیوں کو اپنا لیں اس میں ہم ترقی کی راہ پر نہیں بڑھ سکیں گے۔ مغربی جب ڈھنگ کو اختیار کرنے سے میرا مقصد یہ نہیں ہے اس کی نقل کی جائے۔ بلکہ عزم ارادہ اور جفاکشی کی روح اپنانے سے ہے۔

ہماری معاشرت کا سب سے بڑی الجھن ہماری فضول خرچی ہے۔ بہت سی رسمیں رواج پا گئی ہیں یہ رسمیں اور تقریبیں نہ تخلیقی حیثیت کو سالک ہیں۔ اور نہ تبادلہ خیالات اور معلومات کا ذریعہ ہیں بلکہ تصنع کی عید بقرعید۔ محرم۔ شب برات نہ جانے کیا کیا ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی لیجئے اور دیکھئے ان کے لئے ہم جو اہتمام کرتے ہیں۔ اور جس قدر مقروض ہو جاتے ہیں اس کا جواز کس حد تک شریعت سے ملتا ہے یہ سب کی سب ہماری لالچی مریض ذہنیت کے نام نہاد ٹھیکیداروں کی پیداوار اور ہماری تنگ نظری کا نتیجہ ہیں۔ شب برات کی آتشبازی اور حلوے کو ذکر اشتغال سے کیا واسطہ ہے شادی بیاہ کے اسراف پر نظر ڈالئے اور دیکھ کر باجے گاجے اور دوسرے لغویات کی مانگ شریعت کو کونسا گوشہ کرتا ہے۔ منگنی اور نسبت کے طئے کیا جانے کے بعد بیاہ تک مہندی وغیرہ پر جو رقم صرف ہوتی ہے اس کو چھوڑیئے تو بلا مبالغہ اس کی مقدار شادی پر خرچ ہونے والی رقم سے بہت زیادہ ہو جاتی ہے ہمیں منگنی اور مہندی وغیرہ کے فرسودہ لغویات کو ترک کرکے چٹ منگنی پٹ بیاہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ہمارا لباس بھی ہماری اسراف کی غمازی کرتا ہے اور ایک معمولی سے معمولی حیثیت کے انسان کے لباس کو دیکھئے تو وہ کس طرح بھی ۲۵ یا ۳۰ روپئے سے کم نہیں ہوتا ہے۔ یہ ترکی ٹوپی شیروانی نہ تو ہمارے شارع کا لباس رہا ہے اور نہ ہی مذہب کا اس سے کوئی تعلق ہے اس حیثیت کو کافی دخل ہے۔ ہمارا لباس شرعی نہ ہونے کے سوا ملکی اور قومی نقطہ نظر سے بھی ایک کھٹک ہے۔ ہم نے زمانوں کے تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے جو لباس اختیار کیا ہے اس کو بدلنا ضروری ہے۔ ترکی ٹوپی اور شیروانی ہماری آمدنی کا بڑا حصہ ہڑپ کر جاتی ہے اس لئے ہمیں ایک ایسا لباس اختیار کرنا چاہیے جو سادگی اور کفایت شعاری نفاست کے ساتھ آرام دہ بھی ہو موجودہ لباس کی تبدیلی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری ثقافت یا کلچر ہے۔ مگر ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ کلچر زندگی گذارنے کا ایک طریقہ ہے یہ اصل نہیں ہے جس کلچر کی خاطر ہم مقروض ہو جائیں جس کی ہماری آمدنی متحمل نہیں ہو سکتی ہے جو ہماری ضروریات کی تکمیل اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں ایک رکاوٹ ہو اس کو دور ہی سے سلام کرنا چاہیے۔ آج حالات بھی اس کی مانگ کرتے ہیں۔ ہمارا لباس مغربی طرز پر بوشرٹ کوٹ پتلون ہو تو بڑا ہی اچھا ہے فی الحال یکسانیت اور کفایت شعاری کے مد نظر ہم کرتا۔ پاجامہ اور سرد موسم میں صدری اور دوپلی استعمال کریں تو اس میں کافی کفایت ہو گی۔ لباس کی وجہ سے جو بیگانگی ملک کے طول عرض میں ہے وہ بھی دور ہو جائے گی آج ہند میں جو لباس مروج ہو رہا ہے اس سے بھی میل پیدا ہوگا۔ معاشی تعلیم نسواں لباس وغیرہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صرف مسلمانوں ہی سے متعلق نہیں ہے۔ روٹی اور ہوا سب کی لازمی مشترک ضرورت ہے۔

غیر مسلم افراد جو آج مسلمانوں پر جان چھڑکتے ہیں ان کی معاشی پستی پر خون کے آنسو بہاتے ہیں اور اس کو دور کرنے میں راتوں کی نیند حرام کر رہے ہیں۔ وہ آگے بڑھیں اور ایسا پروگرام عمل میں لانے کے ذرائع اختیار کریں جو ہر ضرورت مند کو اس کی ضرورت کے مطابق مدد دیں تو اس کی نیک نیتی کا ثبوت مل جائے گا ان کے قول و فعل کی تضادگی مدہیں ٹوٹ جائیں گی۔ وہ اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو اس کے متعلق صرف یہی کہا جائے گا کہ یہ سب دھوکہ ہے یہ مگرمچھ کے آنسو ہے جو یہ اپنی استحصال کی پیاس بجھانے کے لئے ترپ رہے ہیں۔

پولس کارروائی کے بعد ہر ایک جو اپنی وفاداری کے اظہار میں تھک نہیں رہا ہے ان میں کے ایک فرد نے بھی عملی اقدام نہیں اٹھایا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اغراض پورے کرنے کے لئے ایک نیا گورکھ دھندہ تیار کیا جا رہا ہے ہم کو زندہ رہنا ہے اور باعزت طور پر زندہ رہنا ہو تو ہمیں ایک ایسا پروگرام تیار کرنا ہوگا جو سماج کے پورے طبقات میں مذہب کے امتیاز کے بغیر ایک بنیادی انقلاب کا اور [illegible] کا حامل ہو اس سطح کو ختم کرنے سے پہلے ایک مرتبہ میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

اسی وقت ممکن ہے جب ہم سیاسیات میں حصہ لیں سیاسی آزادی کو سماجی اور معاشی آزادی کی حقیقت میں بدلنے کے لئے اپنی سیاسی قوت کو استعمال کریں۔

بلاخوف و تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج ملک جو بھی سیاسی تنظیمیں ہیں ان میں صرف سوشلسٹ پارٹی ہی ایک سیاسی تنظیم جو مذہب اور رنگ کے بھید بھاؤ کو اکھاڑ پھینک کر ایک جمہوری سوشلسٹ سماج قائم کرنا چاہتی ہے جس میں ہر شہری کو روزگار کی ضمانت اس کی صلاحیت اور محنت اس کی ضروریات کا مساوانہ ہوگا۔ ہموار مکانات، تعلیمی، طبی اور تفریحی سہولتیں حاصل ہوں گی جس کا امتیاز نہ ہوگا یعنی مرد اور عورت کو سیاسی معاشی مواقع مساوی طور پر حاصل ہوں گے کاشتکار مزدور اور دوسرے شہریوں کی زندگی کا معیار یکساں ہوں۔ (رہنما)

برائے اشتہار

دیہاتی غلہ بنک

حیدرآباد ۱۳ ر شہریور۔ ہر گاؤں میں وہاں کے ۵۰ فیصد کاشت کاروں کی رضامندی سے امداد باہمی کے تحت غلہ بنک قائم کیا جاسکتا ہے۔ غلہ بنک کے قیام کی صورت میں ہر کاشت کار کی جانب سے وصول شدہ غلے سے فی صد ۲۵ سیر غلہ لیوی کے تحت دیا جائے گا اور اس کی قیمت کاشتکار کو ادا کردیجائے گی باقی ۵ سیر غلہ کاشتکار کے کھاتے غلہ بنک میں جمع کیا جائے گا۔ اس طرح وصول شدہ لیوی کے غلے کا اہم حصہ خود گاؤں میں ہی موجود رہتا ہے جس سے زمینات نہ رکھنے والے مزدوروں یا چھوٹے کاشتکاروں کی ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں۔ غلہ بنک اس مفروضے کے تحت قائم کئے جاتے ہیں کہ اغذیہ پر کنٹرول کئی سال تک برقرار رہے گا۔ لیکن مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں رفتہ رفتہ امداد باہمی کے اداروں میں تبدیل کردیا جائے جو گاؤں والوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوسکتے ہیں؟ (اطلاعات)

گاؤں کی کمیٹی لیوی وصول کریگی

حیدرآباد ۱۳ ر شہریور۔ گاؤں کا ہر کاشت کار گاؤں کی کمیٹی کو حکومت کی طرف سے مقرر کی ہوئی شرح پر لیوی کا غلہ ادا کریگا اور اس کی رسید حاصل کرے گا۔

لیوی ادا نہ کرنا جرم ہے جس کے لئے قید کی سزائیں دیجائیں گی اور اس سزا پر کوئی اثر ڈالے بغیر جن غذائی اجناس کے متعلق احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، وہ بھی ضبط کرلی جائے گی۔

اگر کوئی کاشت کار لیوی ادا نہ کرے تو تحصیلدار کو اس کا مجاز گردانا گیا ہے کہ وہ اس کاشت کار پر اس سے وصول طلب لیوی کی قیمت کے مجموعے سے پیکر دس گنے تک تاوان عاید کرے اور یہ تاوان مالگذاری کے بقایا کی طرح وصول کرے۔ (اطلاعات)

اشتہار

مرتبہ محکمہ تحصیل تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ شریف واقع ۲۰ ر شہریور ۱۳۵۸ ف نمبر مقدمہ مسئلہ میعہ نمبری ۱۳۵۸ ف باجلاس مولوی سید یوسف ترکی

بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی تحصیلدار۔ تنگیا زوجہ بھیما ساکنہ ننکور تعلقہ یادگیر بنام کشن راؤ ولد نرسنگ راؤ ساکنہ یادگیر۔ **مقدمہ** دریافت وراثت بچوریکی گری موضع اوکہنال، چنداپور تعلقہ شاہ پور بنام تنگیا زوجہ بھیما قوم برہمن عمر ۴۰ سال پیشہ خانہ داری ساکنہ ننکور تعلقہ یادگیر۔ ہرگاہ مقدمہ مندرجہ عنوان میں بغرض تحقیقات تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن دفتر ہذا سے جاری کئے گئے لیکن کسی تاریخ پر بھی حاضر نہیں ہوئے۔ اور چپراسی تعمیل کنندہ سمن کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ تم گاؤں میں حاضر نہیں رہتے اس لئے ذریعہ ہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۲۰ ر شہریور ۱۳۵۸ ف روز شنبہ بوقت ۹ ساعت دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر تحصیل ہذا ہوکر جوابدہی و پیروی مقدمہ کریں بصورت غیر حاضری تمہارے حسب ضابطہ کارروائی کیجائیگی۔ آج بتاریخ ۲۰ ر شہریور ۱۳۵۸ ف میری دستخط سے جاری کیا گیا۔ فقط شرحہ دستخط تحصیلدار صاحب۔

اعلان

ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد میں چنا، بھوسہ اور بیسن دوکانات راشن بندی سے حسب ذیل نرخ پر اجرا ہوگا۔ کارڈ گیرندگان ادارہ جات ہوٹل وغیرہ سے استدعا کیجاتی ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھاکر اپنی ضروریات کے لئے ان اشیاء کی خریدی کا انتظام منظورہ مقدار (کوانٹم) سے زیادہ کریں۔

	از گودام پائی آنہ روپیہ	از دکانات راشن بندی پائی آنہ روپیہ
(۱) ثابت چنا فی پلہ	۵۱ - ۵ - ۳	۵۳ - ۵ - ۳
		فی روپیہ ڈھائی سیر ۲½
(۲) دال چنا〃	۵۸ - ۰ - ۰	۶۰ - ۰ - ۰
		فی روپیہ ۲ سیر
(۳) بیسن〃	۶۴ - ۰ - ۰	۶۶ - ۰ - ۰
		فی روپیہ ایک سیر ۱۴ چھٹانک

شرحہ دستخط ناظم راشن بندی

باریچہ جات
بغیر ولی خاں اینڈ کمپنی
محی الدین بلڈنگ چادر گھاٹ حیدرآباد دکن
فون نمبر (۳۲۰۸۶)

تاج محل
ڈریسنگ سیلون بیرون بند
روبرو دواخانہ ذوالفقار
حیدرآباد دکن